جناب محمد یونس میو

اسسٹنٹ پروفیسر، ڈسکہ

''مولانا اشرف علی تھانوی بطور شارح حافظ شیرازی''

(افکارِ اقبال کے تناظر میں)

مولانا اشرف علی تھانوی امت کا فکری وعلمی اختلافات کی جس طرح تاویل وتطبیق کرتے ہیں برصغیر میں شاہ ولی اللہ سے ادھر اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ علامہ محمد اقبال نے اسرار ورموز لکھی تو اس میں حافظ شیرازی کے بعض افکار پر فکری انتقاد فرمایا جس کے ردِّعمل میں ایک علمی بحث کا آغاز ہوا، اس بحث کے فکری تناظر میں مولانا تھانوی نے ''عرفان حافظ'' کے نام سے حافظ شیرازی کے ان اشعار کی شرح لکھی جو تحقیقاتِ حالاتِ باطنی [1] سے متعلق ہیں اور غالباً یہی وہ اشعار ہیں جن کا تعلق حافظ کے تصوف سے ہے اور جس سے اقبال نے مسلک گوسفندی کہہ کر اعراض واجب قرار دیا ہے۔ [2] غالباً اقبال پہلے شخص ہیں جنھوں نے حافظ کی شاعری میں اس فکری رجحان کی نشاندہی کی اور پھر اس کے اثرات ونتائج سے بھی خبردار کیا۔ اقبال کو حافظ پر کس نوعیت کے اعتراضات ہیں؟ اور وہ اس میں کس حد تک حق بجانب ہیں؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسرارِ خودی کے ان اشعار میں سے چند ایک قارئین کی نذر کر دیے جائیں جن کو اقبال نے بعد ازاں مثنوی سے خارج کر دیا تھا۔

ان اشعار کی تعداد پینتیس ہے۔ آپ نے ان میں سے چار مرتبہ حافظ کا نام لیا ہے، افلاطون یونانی پر بھی یہاں ۲۱ اشعار ملتے ہیں، جو اَب بھی جوں کے توں ہیں [3] :

حافظ سے متعلق خارج شدہ اشعار کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

هوشیار از حافظ صهبا گسار
جامش از زهر اجل سرمایه دار
مسلم و ایمان او زنّار دار
رخنه اندر دینش از مژگانِ یار
آنچناں مست شراب بندگی است
خواجه و محرومِ ذوقِ خواجگی است

آں فقیر ملتِ میخوارگان
آں امام امت بیچارگاں
گوسفند است و نوا آموخت است
عشوہ و ناز و ادا آموخت است
ضعف را نامِ توانائی دہد
سازِ او اقوام را اغوا کند
نغمہء چنگش دلیل انحطاط
ہاتف او جبرئیلِ انحطاط
بگذر از جامش کہ در مینائے خویش
چوں مریدانِ حسن دارد حشیش
بے نیاز از محفل حافظؔ گزر
الحذر از گوسفنداں الحذر (۴)

ان اشعار کے علاوہ ''خطوط اقبال'' اور ''تاریخ تصوف'' (۵) میں بھی حافظ پر تنقیدی شذرے ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے یہ سب کچھ ایک عمیق مطالعہ اور غور وفکر کے بعد لکھا تھا۔ آپ نے نہ صرف حافظ کی شاعری پر تنقیدی نظر ڈالی ہے بلکہ اس کو عالم اسلام کے سیاسی و مذہبی پس منظر میں دیکھا ہے' (۶) علامہ کو ایرانی و عجمی تصوف اور صوفیوں کی حالتِ سکر سے چڑ ہے کیونکہ یہ حالت اسلام کے فلسفہ جہد وحرکت سے بے اعتنائی پر مجبور کر دیتی ہے' خواجہ حسن نظامی کو ایک خط میں حالت سکر اور حالت صحو کے بارے میں لکھا ہے:

''حالت سکر' منشائے اسلام اور قوانین حیات کے مخالف ہے' اور حالت صحو جس کا دوسرا نام اسلام ہے قوانین حیات کے عین مطابق ہے اور رسول اکرم ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ ایسے آدمی پیدا کئے جائیں جن کو مستقل حالت ''کیفیت صحو'' حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم کے صحابہ میں صدیق وعمرؓ تو بکثرت ہیں مگر حافظ شیرازی کوئی نظر نہیں آتا'' (۷)

علامہ اقبال کو حافظ کی حالتِ سکر و رقص پر صحت اعتراض ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو حافظ نے رندی کہا ہے' اور اس کا مقام زُہد سے بھی بلند کیا ہے۔ (۸) لیکن بقول اقبال سکر اور رندی رِند کے دل میں قوتِ حیات کو ضعیف و ناتواں کرنے والی ہے۔ (۹) اپنے ایک خط میں اقبال نے اپنی تنقید کی وجہ اسی حالت سکر کو بتایا ہے۔ ''اسرارِ خودی میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ایک لٹریری نصب العین کی تنقید تھی اسے خواجہ حافظ کی شخصیت اور ولایت سے کوئی سروکار نہ تھا ان اشعار (۱۰) میں سے مے سے مراد وہ مے ہے جو لوگ ہوٹلوں میں پیتے ہیں بلکہ اس سے وہ حالت سکر (Norcotic) مراد ہے جو حافظ

نے کلام میں سے بحیثیت مجموعی پیدا ہوتی ہے۔(۱۱)'' -

ایک اور جگہ اس کے اثرات کا جائزہ ان الفاظ میں لیا ہے۔''میرے نزدیک حافظ کی شاعری نے بالخصوص اور عجمی شاعروں نے بالعموم مسلمانوں کی سیرت اور عام زندگی پر نہایت مذموم اثر کیا ہے''(۱۲)

یہاں یہ بات لائق توجہ ہے کہ اقبال صرف حافظ ہی کا احتساب نہیں کرتا بلکہ وہ اکثر وجودی شعرائے عجم کے بارے میں یہی نقطہ نظر رکھتے ہیں کہ انہوں نے نہایت عجیب وغریب اور بظاہر دلفریب طریقوں سے شعائر اسلام کی تردید وتنسیخ کی ہے اور اسلام کی ہر محمود شے کو ایک طرح سے مذموم بیان کیا ہے' اسلام افلاس کو برا کہتا ہے تو حکیم سنائی افلاس کو اعلیٰ درجہ کی سعادت قرار دیتا ہے' اسلام جہاد فی سبیل اللہ کو حیات کے لئے ضروری تصور کرتا ہے تو شعرائے عجم اس شعائر اسلام میں کوئی اور معانی تلاش کرتے ہیں (۱۳) حافظ پر اقبال کی تنقید کا وہ حصہ بھی قابل توجہ ہے جو حسن نظامیؒ سے بحث ومباحثہ اور سوال وجواب کے نتیجہ میں آپ کے مدلل قلم سے نکلا' اس علمی وتنقیدی گفتگو کا پس منظر اور زمانہ (۱۹۱۵ تا ۱۹۱۹) ایک ہی ہے لہذا نفس مضمون بھی ملتا جلتا ہی رہا ہے۔

مثلاً اپنے مضمون ''اسرار خودی اور تصوف'' میں تصوفِ حافظ کے نصب العین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''وہ اپنے اشعار کے ذریعے سے دوسروں میں وہ حالتِ کشف پیدا کرنا چاہتے ہیں جسے تصوف کی زبان میں حالتِ سکر کہتے ہیں' جبکہ رسول اکرمؐ اور صحابہؓ کی زندگی میں سکر کی بجائے مستقل کیفیت بیداری ہے' نیز یہ کہ حالت سکر' حالت زندگی کے اغراض کے منافی ہی نہیں مضر بھی ہیں۔(۱۴) اس مضمون میں حالت سکر کی وضاحت کرتے ہیں کہ ''یہ حالت اقوام کے لئے نہایت خطرناک ہے' حافظ کی دعوت موت کی طرف ہے جس کو وہ اپنے فن کمال سے شیریں کردیتے ہیں۔ (۱۵)

نیز اس مضمون کے آخر میں حافظ کی شاعری کے عوام وخواص پر منفی اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے اورنگزیب عالمگیر کے حوالہ سے ایک طوائف کا دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ نے حافظ کے ایک شعر سے متاثر ہوکر ان تمام طوائفوں کو چھوڑ دیا جن کو دریا بُرد کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا (۱۶)۔اقبال کی اس تنقید کے باوجود یہ کہنا مشکل ہے کہ اقبال اور حافظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔(۱۷)

آپ کو حافظ کی عیش کوشی' عقیدہ تقدیر اور تسلیم ورضا' حالت سکر وغیرہ پر اعتراض ضرور ہے لیکن اس کے باوجود ان دونوں میں بہت سی اقدار مشترک ہیں' مثلاً حافظ کے عشق کی بہت سی اقدار مشترک ہیں۔مثلاً حافظ کے عشق کی بہت سی کیفیتیں اقبال کے عشق سے مماثلت رکھتی ہیں (۱۸)۔اقبال حافظ کی شاعرانہ عظمت کے معترف ہیں اور ان کو دنیا کے بہترین شعراء میں شمار کرتے ہیں (۱۹) دیباچہ پیامِ مشرق میں گوئٹے کے مشہور سوانح نگار کے حوالہ سے لکھا ہے۔

''جس طرح حافظ لسان الغیب وترجمان اسرار ہے اسی طرح گوئٹے بھی ہے' اور جس طرح حافظ کے بظاہر سادہ الفاظ میں ایک جہانِ معنی آباد ہے اسی طرح گوئٹے کے بے ساختہ پن میں حقائق واسرار جلوہ افروز ہیں۔(۲۰)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے ایک مضمون میں حافظ کو جدو جہد و سعی کا شاعر ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ امید اور زندگی کا شاعر ہے اور اس کو نا امیدی اور موت کا شاعر تو کسی معنی میں نہیں سمجھا جا سکتا[۲۱] ڈاکٹر اسلم ضیاء نے ایک تجزیہ میں لکھا ہے کہ علامہ اقبال نے شعوری طور پر حافظ شیرازی کی پیروی کی ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے مشہور ماہر اقبالیات ڈاکٹر یوسف حسین خان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''حافظ کی فنی کیمیا گری کو اگر کسی نے سمجھا ہے اور اس کا کامیاب تتبع کیا ہے تو وہ اقبال ہیں[۲۲]۔ بہر حال حافظ اور اقبال میں کچھ قدریں مشترک ہو سکتی ہیں لیکن تصوف کے باب میں اقبال نے حافظ شیرازی سے اختلاف کیا ہے۔ جبکہ مولانا اشرف علی تھانوی نے حافظ کی شاعرانہ عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے فلسفہ تصوف کی تعبیر و تاویل کی ہے۔ مولانا نے ''عرفان حافظ'' کے نام سے دیوان حافظ کے خمس کی شرح کی ہے۔ اس کتاب کی وجہ تصنیف کے بارے میں فرماتے ہیں:

''.........کتاب لطیف ''دیوان حافظ'' کو جو اکثر عوام و خواص میں ایک خاص مقبولیت حاصل ہے' ظاہر ہے کہ میرے دل میں خود بھی خیال تھا اور بعض احباب کے اشارے سے وہ خیال اور زیادہ موکد ہو گیا کہ اس کے جو اشعار متضمن تحقیقات یا حالات باطنی ہیں ان کی مختصر اور سہل طور پر توضیح کر دی جائے ....اور چونکہ حافظ قدس سرہ بوجہ صاحبِ حال ہونے کے ان اشعار خاصہ میں بیشتر حقائق و معارف بیان فرماتے ہیں اس لئے ''مجموعہ پریشان'' کا نام ''عرفان حافظ'' رکھنا زیادہ موزوں معلوم ہوا[۲۳]۔

اقبالؒ اور مولانا تھانویؒ کے افکار کے تقابل و موازنہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اقبال نے حافظ کی تنقید ہر دو اعتبار سے کی ہے یعنی بحیثیت صوفی اور بحیثیت شاعر[۲۴]۔ اقبال نے حافظ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف تو کیا ہے تاہم ان کے کام کی قدر و قیمت کا اندازہ علم الحیات کے اعتبار سے کیا ہے[۲۵]۔ اپنے ایک خط میں مولانا جامیؔ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''خواجہ'' کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی نسبت بھی درست کی تھی یا نہیں۔ اسی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حافظ کو ایک صوفی کے طور پر قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں[۲۶] اور حافظ کے تصوف سے واضح اختلاف کرتے ہیں۔[۲۷]

دوسری طرف صورتِ احوال بالکل مختلف ہے کہ مولانا تھانوی بنیادی طور پر حافظ کی ایک صوفی اور ''صاحبِ حال'' کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ آپ خواجہ کا ابلاغ چاہتے ہیں اور اس امر میں ممکنہ اعتراضات اور شکوک و شبہات کا ازالہ بھی کرتے ہیں' چنانچہ ''عرفان حافظ'' کے نام سے دیوان حافظ کی خمس و قدرے زائد حصہ کی جو شرح فرمائی ہے اس کی غایت بھی یہی بیان کرتے ہیں'' ....اس شرح کے شروع کرنے سے صرف یہ امر تھا کہ کلام کا طرز معلوم ہو جائے تا کہ مطالعین دیوان (حافظ) اغلاط و زلات اعتقادیہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں[۲۸]۔

خواجہ حافظ شیرازی کا نصب العین کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ ان کے دیوان میں ساقی و شاہد' شراب و شباب' رندی و مستی' مے نوشی اور عیش کوشی کے تذکرے سے مستی کے جذبات کو تحریک ملتی ہے' مولانا شبلی نے حافظ کے شاعری کے

ان اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے خوب تبصرہ فرمایا ہے۔ ''یہ بحث چھوڑ دو کہ خواجہ صاحب کی شراب معرفت کی شراب ہے یا انگور کی، مستی دونوں کی ایک ہے (۲۹)۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

دیوان کا آغاز میں ساقی و جام سے ہوا ہے: ؎

الا یاایھا الساقی ادر کأساً و ناولھا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا (۲۲)

مولانا تھانوی یہاں ساقی سے مراد محبوب حقیقی اور کاس سے مراد جذب عشق حقیقی مراد لیتے ہیں۔ گویا عاشق اپنے معشوق سے التجا کرتا ہے کہ مجھے اپنی طرف متجذب کیجئے تا کہ راہ عشق (سلوک) کی ان دیکھی طبقات آپ کے التفات سے سہل ہو جائیں (۳۱)۔

یہ پہلی غزل کا پہلا شعر ہے تیسرے شعر میں ''سالک بیخبر'' کی ترکیب سے بھی مولانا کی شرح کی تائید ہوتی ہے۔ حافظ نے مے خوری اور رندی کا ذکر کس خوش دلی سے کیا ہے۔

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دامِ تزویر مکن چوں دگراں قرآں را (۳۲)

''اے حافظ شراب پی اور رندی کر اور خوش رہ لیکن دوسروں کی طرح قرآن کو مکاری کا جال نہ بنا''

اس شعر سے اندازہ ہو رہا ہے کہ حافظ مے خوری اور رندی کو جائز قرار دے رہے ہیں، لیکن مولانا تھانوی اس کی تشریح اپنے مخصوص متصوفانہ انداز میں کرتے ہیں۔

''اس سے اجازت واباحت نہیں بلکہ مبالغہ سے تزویر کی تقبیح میں جیسا ہمارے محاورہ میں کیا کرتے ہیں کہ زہر کھالینا مگر فلاں شخص کا کھانا مت کھانا یعنی وہ زہر سے بھی بدتر ہے پس اس طریق پر اس کا مطلب ہے کہ ظاہری گناہ کا کام کرلینا مگر دین کو ذریعہ تزویر مت کرنا یعنی یہ عمل سب معاصی سے بدتر ہے (۳۳)۔''

روزہ یکسو شد وَ عِید آمد و دِلہا برخاست
می بمیخانہ بجوش آمد وَ می باید خواست
ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت
در دہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت (۳۴)

''روزہ ختم ہوا اور عید آئی اور دلوں میں اٹھان پیدا ہوا، شراب، شراب خانوں میں جوش میں آگئی لہذا اور زیادہ طلب کرنا چاہیے''

''اے ساقی شراب لا کر روزوں کا مہینہ گیا، پیالہ دے اس لئے کہ نام وناموس کا مہینہ رخصت ہو گیا''

عام طور پر مشہور ہے کہ مے خوار اپنی مے سے عید کی خوشیوں کو دوبالا کرتے ہیں بظاہر حافظ بھی یہی کہہ رہے ہیں، لیکن مولانا تھانوی ان اشعار کی تصوف وسلوک اور ریاضت ومجاہدہ کے نام کرتے ہیں اول الذکر شعر کی شرح میں فرماتے ہیں

''روزہ سے مراد ریاضت ومجاہدہ، عید از وصل ومشاہدہ یعنی الحمدللہ زمانہ مجاہدہ کا گزر گیا اور وقت وصال ومشاہدہ کا آ گیا اور قلوب میں نشاط وفرحتِ وصل سے جوش پیدا ہو گیا، اور عشق ومحبت میں ترقی ہوئی اور اس میں ترقی کی اور طلب چاہیے، پس مصرعہ اولیٰ میں اشارہ ہے کہ مشاہدہ کے لئے مجاہدہ شرط عادی ہے اور مصرعہ ثانی میں اشارہ ہے کہ بعد وصول و وصال مقصود سالک کو بس نہ کرنا چاہیے بلکہ طلب اور طاعت میں طالب کو مزید سرگرم ہونا چاہیے (۳۵)۔'' مولانا اشرف علی تھانوی کے یہاں ''طریق وصل الی اللہ دو ہیں'' طریق زُہد اور طریق عشق'' مولانا کا خیال ہے کہ حافظ نے آخر کار طریق عشق ہی اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حافظ کے شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اے ساقی عنایت ازلی مجھ کو طریق عشق عطا فرما کہ زہد کا زمانہ رخصت ہوا۔ اب قدح عشق پلا دیجئے اور اس میں رسوائی ہو گی مگر ناموس کا زمانہ بھی گیا یا تو یہ مراد ہے کہ اس زہد حقیقی سے پہلے جو زہد ریائی اختیار کیا تھا وہ بھی گیا یا یہ مراد ہے کہ زہد حقیقی میں بھی گو نام وناموس کا لحاظ نہ ہو مگر طبیعت پر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ عشق میں بھی یہ نہیں رہتا (۳۶)''

دیوان حافظ سے ساقی وشاہد اور شراب وشباب پر اشعار کا انتخاب کچھ آسان نہیں ہے بہر حال کوشش کی گئی ہے کہ ایسے اشعار لائے جائیں جن پر بظاہر اقبال کو اعتراض ہو سکتا ہے اور جو مجازی معانی رکھتے ہیں۔ اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ مولانا تھانوی ان اشعار کی کس طرح تاویل کرتے ہیں اور حافظ پر اقبال کا اعتراض کیونکر رفع ہو سکتا ہے۔ ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ساقیم خضرست و مے آب حیات
توبہ از مے چوں کنم ہیہات ہات
بادۂ تلخ از لبِ شیریں لباں
در حلاوت می برد آب از نبات
جز بآب آتشیں یعنی شراب
حل نمی گردد مرا ایں مشکلات
حاصل عمر تو حافظ در جہاں
بادہ صافی ست باقی ترہات (۳۷)

''میرا ساقی خضر ہے اور شراب آب حیات ہے، ہائے افسوس میں شراب سے کس طرح توبہ کرلوں، لاشراب لاء شیریں ہونٹ والوں کے ہونٹ سے تلخ شراب، مٹھاس میں مصری کو شرمندہ کر دیتی ہے، آتشیں پانی یعنی شراب کے سوا، میری یہ

مشکلات حل نہ ہوں گی' اے حافظ، دنیا میں تیری زندگی کا حاصل صاف شراب ہے باقی بیہودگی ہے''

ایک عام قاری جب اس غزل کو پڑھتا ہے تو اس کا ذہن حافظ پر اقبال کی اس تنقید کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ''آں فقیہ ملت می خوارگاں'' یعنی حافظ شرابیوں اور می خواروں کی ملت کے امام اور فقیہ ہیں'' لیکن مولانا تھانوی ان اشعار کی کچھ اور ہی تشریح فرما رہے ہیں۔

''ان اشعار میں مدح اور طلب ہے عشق کی اور بیان ہے اس کے بعض آثار کا اور تحریص ہے اس کا شدائد کے تحمل پر' شراب آب حیات ہے (عشق) تو اسے کیونکہ ترک کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بات تو عام ہے کہ عشق میں جو شدائد محبوب کی طرف سے پیش آئیں وہ لذات سے بھی زیادہ لذت بخش ہیں' مقطع میں ''بادۂ صافی'' سے مراد محبت الٰہیہ ہے کہ بجز اسکے عمر میں جن مشاغل و مقاصد میں صرف کیا جائے سب فضول اور بیکار ہیں (۳۸)۔

دیوان حافظ میں بعض اشعار ایسے بھی ملتے ہیں جن میں مستعمل تلمیحات و تشبیہات کی بنا پر کسی باطنی معنی کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مولانا تھانوی اپنی دقّتِ نظر سے ان اشعار میں باطنی معانی کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں مولانا کی تحقیق قابل ملاحظہ ہے۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را (۳۹)

''اگر یہ شیرازی معشوق' ہمارا دل تھام لے تو اس کے دلفریب تل کے عوض میں سمرقند و بخارا بخش دوں''

شعر کا مضمون عیاں ہے کہ شیراز کا محبوب اپنے دیدار سے ہم کنار کرے تو میں صرف اس کے ایک سیاہ تل کے عوض سمرقند و بخارا نثار کر دوں لیکن باطنی معانی یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ ''اگر محبوب حقیقی اپنے تجلیات سے مشرف فرما دے تو اس کی ادنیٰ تجلّی کے مقابلہ میں دونوں عالم کو فدا کر دوں کیونکہ مقصود بالذات کے سامنے مقصود بالغرض کی طرف التفات نہیں ہوا کرتا (۴۰)

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنارِ آبِ رُکنا باد و گلگشتِ مصلّیٰ را (۴۱)

''اے ساقی باقی شراب بھی دے دے اس لئے کہ جنت میں رکنا آباد کی نہر کا کنارہ اور مصلّیٰ کی سیر گاہ نہ پا سکے گا''

رکنا آباد شیراز کی مشہور سیر گاہ ہے اب تو محض ذرا سی نہر رہ گئی ہے (۴۲)۔ مصلّیٰ (عید گاہ) ایک مقام ہے جو حافظ کا مدفن ہے اب حافظیہ کے نام سے مشہور ہے۔ لوگ زیارت کو جاتے ہیں' کھاتے پیتے ہیں' چائے نوشی ہوتی ہے مینوش حضرات شراب بھی پیتے ہیں اور حافظ کے نام کی شراب زمین پر گرا دیتے ہیں۔ (۴۳)۔ ان تفصیلات کے پس منظر میں ایک عامی یہ باور کرنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے' حافظ رکنا آباد کے کنارے باقی ماندہ شراب مانگ رہا ہے' تاہم مولانا تھانوی اس شعر

کے بھی کچھ اور یہ معانی بیان کر رہے ہیں۔ ''اے مرشد شراب محبت یہاں عطا کر دیجئے اس طرح سے کہ اذکار و اشغال جو مورث محبت ہوں تعلیم فرما دیجئے کیونکہ جنت میں پھر ریاضت اور مشقت جن پر مدار ترقی مراتب ہے میسر نہ ہوگا (۴۴)۔ اس سے متصل شعر جس میں ''لولیاں'' '' شوخ شریں کار'' کی تراکیب قابل توجہ ہیں کی شرح بھی اسی اسلوب پر کی ہے (۴۵)۔ دیوان حافظ سے چند اور شعر پیش خدمت ہیں:

درد مارا نیست درماں الغیاث
ہجر مارا نیست پایاں الغیاث
دین و دل بردند و قصدِ جان کند
الغیاث از جورخوباں ۔الغیاث
در بہائے بوسہءِ جانے طلب
می کنند ایں دلستاناں الغیاث (۴۶)

''ہمارے درد کا علاج نہیں ہے' فریاد ہے' ہمارے ہجر کی انتہا نہیں ہے ہے فریاد ہے' دین اور دل کو لے گئے اور جان کا ارادہ کر رہے ہیں' فریاد ہے حسینوں کے ظلم سے فریاد ہے۔ ایک بوسہ کی قیمت میں جان طلب کرتے ہیں یہ دل چھین لینے والے کی فریاد ہے''

ان اشعار کو اگر مجازی محبوب پر بھی منطبق کہا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن مولانا تھانوی ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کی تشریح بھی متصوفانہ اسلوب پر ہی کرتے ہیں۔

''شعر اول میں حالتِ قبض کا معلوم ہونا ہے' شعر ثانی میں بھی اسی سے تنگدلی کا اظہار ہے کہ اس میں جان جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور جور کے معانی لغوی مراد نہیں کہ ترک عدل ہے بلکہ محض قہر کے ہیں اور خوباں کی جمعیت جنسیت کے لئے اور دین سے مراد زُہد ہے اور شعر ثالث میں بوسہ سے تجلی مشروط بفنا ہے۔ (۴۷)۔

شربتے ازلب لعلش نچشیدیم و برفت
روئے مہ پیکر اُو سیر ندیدیم و برفت
گوئی از صحبت ما نیک بہ تنگ آمدہ بود
بار بربست و بگروش نہ رسیدیم و برفت (۴۸)

یعنی ''اس کے لعل جیسے ہونٹ سے میں شربت چکھا اور وہ چلا گیا' اس کے چاند جیسے جسم والے چہرے کو جی بھر کے نہ دیکھا اور وہ چلا گیا۔ گویا ہماری صحبت سے سخت تنگ آ گیا تھا' اس نے سامان باندھا اور ہم اس کے قریب بھی نہ پہنچے اور وہ چلا گیا۔''

اس غزل کے دس اشعار ہیں مولانا نے نو اشعار نقل کر کے فارسی زبان میں مختصر مگر جامع تفسیر کی ہے جس کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ''یہ غزل حافظ شیرازی نے مجازی محبوب کے لئے نہیں لکھی بلکہ اپنے مرشد کی جدائی میں لکھی ہے(۴۹)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ان تاویلات کے مطابق حافظ کی شراب معرفت کی شراب ہے اور ان کا عشق، عشق حقیقی کے سوا کچھ اور نہیں ہے، لیکن دیوان حافظ میں کچھ ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن کی کوئی تاویل کرنا از حد مشکل مرحلہ ہے مثلاً یہ رباعیاں ملاحظہ فرمائیں:

چوں جامہ زتن برکشد آں مشکیں خال
حقا کہ نظیر خود ندارد بمثال
درسینہ دلش زنازکی بتواں دید
مانندۂ سنگریزہ در آب زلال(۵۰)

''جب وہ مشکین تل والا بدن سے کپڑے اتارتا ہے یقیناً وہ اپنے جیسی کوئی مثال نہیں رکھتا نزاکت کی وجہ سے سینہ میں اس کا دل دیکھا جاسکتا ہے، جیسے کہ نہر پانی میں پتھر کا ٹکڑا'' اسی طرح یہ رباعی دیکھیں۔

زاں بادہ دیرینہ کہ دہقاں پرورد
دردہ کہ بساط غم طے خواہم کرد
مستم کن و بیخبر ز احوال جہاں
تاسر جہاں بگویمت اے سرہ مرد(۵۱)

''وہ پرانی شراب جو دہقان نے کھینچی ہے، دے تاکہ غم کی بساط لپیٹ دوں۔ مجھے مست اور دنیا کے احوال سے بے خبر بنادے تاکہ اے عقل مند انسان میں تجھ سے دنیا کا راز کہوں''

اور یہ رباعی جو شاید حافظ کی جوانی کی یاد دلائی ہے یہاں ہر شے خراب ہی خراب ہے۔

ایام شباب ست شراب اولی تر
ہر غمزدۂ مست و خراب اولی تر(۵۲)

''جوانی کا زمانہ ہے شراب زیادہ بہتر ہے، ہر غم زدہ کا مست اور خراب ہونا زیادہ بہتر ہے۔ عالم تمام خراب ہی خراب ہے، خراب جگہ میں خراب رہنا یہ زیادہ بہتر ہے۔''

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حافظ کے ان اشعار کی کیا تاویل کی جائے گی تو ضروری نہیں کہ ہر شعر کی تاویل ہی کی جائے۔ خود مولانا تھانوی بھی ایسے اشعار کی تاویل نہیں کرتے جن میں مجازیت کے واضح اشارے موجود ہوں۔

دل من ور ہوائے روئے فرخ
شدہ آشفتہ ہمچو موئے فرخ
بدہ ساقی شراب ارغوانی
بیاد نرگسِ جادوئے فرخ(۵۳)

''فرخ کے چہرے کی محبت میں میرا دل فرخ کی بالوں کی طرح پریشان ہے۔اے ساقی سرخ شراب پلا فرخ کی جادو کی آنکھ کی یاد میں''

مولانا فرماتے ہیں کہ''اس غزل کو ابتدائی زمانہ یعنی قبل حصول عشق حقیقی پر محمول کیا جائے اور اگر فرخ سے مراد مطلق محبوب ہو جیسا محاورات میں لیلیٰ، سلمیٰ اور شیرین اور عذرا وغیرہ سے مطلق محبوب مراد ہوتا ہے تو اس کی تاویل کی ضرورت نہیں(۵۴)۔

ذیل میں دیوان حافظ سے ایک ایسا شعر پیش خدمت ہے جس کو اقبال نے منشی محمد فوق کی کتاب''وجدانی نشتر'' سے اپنے ایک مضمون''اسرارِ خودی اور تصوف''میں نقل کیا ہے اور اس شعر پر تبصرہ بھی فرمایا ہے۔شعر ملاحظہ فرمایئے:

درکوئے نیک نامی مارا گزر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضارا(۵۵)

''نیک نامی کی توجہ میں انہوں نے ہمیں گزرنے کا موقع نہ دیا' اے گر تو پسند نہیں کرتا تو تقدیر کو بدل دے''

اس شعر کے پس منظر میں علاقہ فوق کی مذکورہ کتاب سے اقتباس نقل کرتے ہیں۔

''اورنگ زیب عالمگیرؒ نے جو بڑا متشرع بادشاہ تھا' یک مرتبہ حکم دیا کہ اتنی میعاد کے اندر جتنی طوائفیں ہیں نکاح کرلیں ورنہ میں کشتی میں بھر کر سب کو دریا برد کردوں گا۔سینکڑوں نکاح ہو گئے مگر پھر بھی ایک بڑی تعداد رہ گئی۔چنانچہ ان کو ڈبونے کیلئے کشتیاں تیار ہوئیں۔صرف ایک دن باقی رہ گیا۔یہ زمانہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کا تھا۔ایک حسین نوجوان طوائف روزمرہ آپ کے سلام کو آیا کرتی تھی۔جب آپ نظر اٹھاتے وہ سلام کرکے چلی جاتی۔آج جو وہ آئی تو بعد سلام عرض رساں ہوئی کہ آج خادمہ کا آخری سلام بھی قبول ہو۔آپ نے حقیقت حال دریافت فرمائی۔جب تمام کیفیت بیان کردی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب حافظ کا یہ شعر(مذکورہ بالا) یاد کرلو اور کل جب تمہیں دریا کی طرف لے چلیں تو بآواز بلند اس شعر کو پڑھتے جاؤ۔ان سب طوائفوں نے اس کو یاد کرلیا جب روانہ ہوئیں تو پاس کی حالت میں نہایت خوش الحانی سے بڑے دردانگیز لہجے میں اس شعر کو پڑھنا شروع کردیا۔جس جس نے یہ شعر سنا دل تھام کر رہ گیا۔جب بادشاہ کے کان میں آواز پہنچی تو بے قرار ہو گیا۔ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوئی۔حکم دیا کہ سب کو چھوڑ دو(۵۶)''

اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد علامہ محمد اقبال نے جو تنقید کی ہے اسے علامہ کا موقف تسلیم کیا جانا چاہیے۔

علامہ فرماتے ہیں:

''منشی محمد دین فوق کو معلوم ہو کہ جو ان کے نزدیک حافظ کا حسن ہے وہ میرے نقطہ نظر سے اس کا قبح ہے اور وہ یہ کہ مسئلہ تقدیر کی ایک ایسی غلط مگر دلاویز تعبیر سے حافظ کی شاعرانہ جادوگری نے ایک متشرع اور نیک نیت بادشاہ کو جو آئین حقہ شرعیہ اسلامیہ کی حکومت قائم کرنے اور زانیات کا خاتمہ کر کے اسلامی سوسائٹی کے دامن کو اس بدنما داغ سے پاک کرنے میں کوشاں تھا قلبی اعتبار سے اس قدر ناتواں کر دیا کہ اسے قوانین اسلامیہ کی تعمیل کرانے کی ہمت ہی نہ رہی (۵۷)۔

یہاں علامہ نے حافظ کے عقیدہ تقدیر پر جرح کی ہے کہ انہوں نے مسئلہ تقدیر کی غلط اور حیات کش تعبیر کی ہے جس سے حافظ کے بارے میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا حافظ ''جبر'' کا قائل ہے۔ مناسب ہوگا کہ اس بحث کو نظر میں رکھتے ہوئے محمولہ بالا شعر کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے بھی معلوم کر لی جائے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس شعر میں جبر کا شائبہ تک نہیں ہے۔

''اس شعر میں اس شخص کی تعلیم ہے کہ قضا الٰہی جو ہماری تربیت باطنی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اس میں ہمارے لئے بدنامی کے افعال مقدر ہیں گو بددینی کے ہیں۔ پس اے معترض! اگر تو اس کو پسند نہیں کرتا تو اس قضا کو مبدل کر دے جس سے تو محض عاجز ہے۔ جب عاجز ہے تو اعتراض ترک کر دے۔ پس اس شعر میں جبر کا ہرگز شائبہ نہیں کیونکہ قضا سے مراد ہر قضا نہیں ہے (۵۸)۔

یہ بات تو طے کہ اقبال جبر کے قائل نہیں ہیں دوسری طرف مولانا تھانوی بھی جبر کی بجائے اختیار کے قائل ہیں بلکہ انہیں تو حافظ میں بھی جبر کی بجائے اختیار کا پہلو نظر آتا ہے۔ مولانا تھانوی کے اس خیال کی تائید اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است (۵۹)

''اے حافظ اگر یہ گناہ ہمارے اختیار میں نہ تھا تو ادب اختیار کر اور کہہ دے کہ خطا میری ہے''

حافظ کے اس شعر کے مطابق گناہ کی قدرت دینے والا بھی ان کے نزدیک خود خدا ہی ہے گویا وہ پھر فعل و عمل کو وابستہ تقدیر سمجھتے ہیں (۶۰)۔

بظاہر اس شعر میں بھی جبر کا اثبات اور اختیار کی نفی نظر آتی ہے لیکن مولانا تھانوی اس شعر کی تشریح کچھ اس انداز سے کرتے ہیں کہ حافظ پر عقیدہ جبر ساقط ہو جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

''اس میں اعتقاد جبر کا نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ افعال عباد میں گو مرتبہ تحقیق میں دونوں نسبتیں ہیں باعتبار خالقیت کے حق تعالیٰ کے ساتھ اور باعتبار کسب کے عبد کے ساتھ مگر بلا ضرورت تم نسبت اول کا ذکر مت کرو۔ صرف نسبت ثانیہ کے ذکر پر اکتفا کرو کہ مقتضائے ادب یہی ہے ''بس نبود اختیار ما'' سے مراد نفی موثرینہ نامہ اختیار کی ہے نہ کہ نفی

نفس اختیار کی (۱-۶۰)۔

جہاں و کار جہاں جملہ ہیچ در ہیچ است
ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق (۶۱)

''دنیا اور دنیا کے سب کام ہیچ در ہیچ ہیں میں نے ہزار بار اس نکتہ کی تحقیق کر لی ہے''

علامہ اقبال نے اس شعر کے حوالہ سے بھی حافظ پر تنقید کی ہے اور اس قسم کے نصب العین کو جو رہبانیت ہی یاد دلاتا ہے۔قوموں کی زندگی کے لئے مضر قرار دیا ہے۔ (۶۲) یہاں یہ بات قابل بیان ہے کہ حافظ کے یہاں زندگی اور مقصد زندگی کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ یہ شعر قابل غور ہے۔

بہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذرد حافظ
بکوش وحاصل عمر عزیز را دریاب (۶۳)

''یعنی اے حافظ! نہ چھوڑ کہ عمر بیکار گزرے کوشش کر اور پیاری زندگی کا مقصد پالے''

اسی طرح اور بہت سے اشعار ہیں جن کو دیکھ کر یقین آنے لگتا ہے کہ ''حافظ زندگی اور امید کا شاعر ہے (۶۰)۔

حافظ کے ان اشعار میں بظاہر تضاد کی صورت نظر آتی ہے لیکن مولانا تھانوی کی تشریحات کو دیکھا جائے تو یہ صورتحال پیدا نہیں ہوتی' مولانا نے دیوان حافظ کے ایک خمس کی شرح پر اکتفا کیا ہے اور یہ شعر (جہاں کار) نصف دیوان کے بعد کا ہے لیکن مولانا کے اسلوب سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس شعر کو عدم حب دنیا پر محمول کریں گے کہ آپ کے نزدیک تو پورا دیوان حافظ سراسر حقیقت عرفان ہے (۶۵)۔تو رہبانیت تو بعید کی چیز ہے۔

قصہ مختصر کرتے ہیں اور وہ یوں کہ اگر حافظ کا سارا فلسفہ پیش نظر رکھا جائے تو حافظ پر مے نوشی' عیش کوشی اور عقیدہ جبر وتسلیم ورضا کی وہی تاویل بھلی معلوم ہوتی ہے جو مولانا اشرف علی تھانوی کرتے ہیں' پھر انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ رمزیہ پیرایہ بیان کا حق جو صوفی شاعروں بلکہ سبھی شاعروں کو دیا جاتا ہے۔اس سے خواجہ حافظ کو خاص طور پر محروم نہ رکھا جائے (۶۶)۔ یہ اس لئے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر حافظ کے مے و مینا کو تصوف کے رموز کے تہ بہ تہ پردوں میں چھپا نہ لیا جائے تو ان کی شاعری میں مے خواری اور عشق بتاں کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا (۶۷) اور کم از کم اقبال سے یہ نہ ہوسکا۔ دراصل علامہ اقبال کسی بھی فلسفہ کو عوامی طرز عمل کے آئینہ میں دیکھتے ہیں کہ عام آدمی پر اس کے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ دیوان حافظ میں جابجا شراب وشباب' رندی ومستی کا ذکر ملتا ہے اور کہیں کہیں ایسے واضح اشارے بھی ملتے ہیں جن کو عشق حقیقی پر محمول کرنا ایک امر محال ثابت ہوتا ہے۔لیکن یہ مولانا تھانوی ہیں جو اپنے مخصوص مشرب کے پیش نظر آسان اور عوام فہم تشریح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لہذا حافظ کے بارے میں کسی ممکنہ غلط فہمی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ جو صاحب دیوانِ حافظ کا مطالعہ کرنا چاہیں وہ عرفان حافظ کا مطالعہ بھی ضرور کریں۔ کہ حافظ خواص کی چیز ہے عوام کی نہیں۔

بہر حال یہ بات بہت خاص ہے کہ ''عرفان حافظ'' کی معرفت عوام وخواص حافظ سے مستفید ولطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

حواشی و تعلیقات

۱۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، عرفان حافظ، مشمولہ ''المکشف عن مہمات التصوف'' سجاد پبلشرز، پیشہ اخبار، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳۹

۲۔ اقبال، علامہ محمد، مثنوی اسرار خودی، یونین سٹیم پریس، لاہور، طبع اول ۱۹۱۵، افلاطون یونانی وحافظ شیرازی ''ص ۶۲

۳۔ البتہ ہجا شعر کے مصرعہ ''راہب اول افلاطون حکم'' میں اول کو ''راھب دیرینہ'' سے بدل دیا ہے اور افلاطون کے ساتھ ''الف'' کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔ ۴۔ ملاحظہ ہو، اسرار خودی، طبع اول ۱۹۱۵ء ص ۶۶، ۶۸، ۶۹ اور ۷۲

۵۔ علامہ اقبال کی غیر مطبوعہ کتاب جو ۱۹۱۶ میں لکھی گئی اور ایک طویل عرصہ تک گوشہ گمنامی میں پڑی رہی مارچ ۱۹۸۵ میں شائع ہوئی۔

۶۔ دیکھئے مکتوب اقبال بنام سراج الدین پال، مشمولہ کلیات مکاتیب اقبال، اردو اکادمی، دہلی اشاعت چہارم ۱۹۹۳، جلد اول ص ۵۲۳ تا ۵۲۴ ۷۔ مکتوب اقبال، بنام خواجہ حسن نظامی، کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول، ص ۴۵۴

۸۔ نصر اللہ جوادی ''حافظ کی رندی'' (مضمون) مشمولہ ''اقبالیات'' اقبال اکادمی لاہور، جلد ۳۲، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۱، ص ۵۲، ۵۴، ۵۸

۹۔ مکتوب اقبال بنام مہاراجہ کشن پرشاد، کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول، ص ۴۹۲

۱۰۔ مثنوی اسرار خودی کے خلاف شدہ ۱۳۵ اشعار جو اشاعت اول ۱۹۱۵ کے صفحات ۶۶ سے ۷۲ پر موجود ہیں۔

۱۱۔ مکتوب اقبال بنام اکبر الہ آبادی، کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول، ص ۲۴۷

۱۲۔ مکتوب اقبال بنام سید فصح اللہ کاظمی، کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول ص ۵۱۸

۱۳۔ مکتوب اقبال بنام سراج الدین پال، کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول ص ۵۱۳

۱۴۔ علامہ محمد اقبال کا مضمون ''اسرار خودی اور تصوف'' مشمولہ 'مقالات اقبال' مرتبہ سید عبدالواحد، محمد عبداللہ قریشی، آئینہ ادب، لاہور، اشاعت دوم ۱۹۸۸ء ص ۲۱۰۔ ۱۵۔ ایضاً ص ۲۰۷ ۱۶۔ ایضاً ص ۲۰۹۔۲۱۰

۱۷۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، مسائل اقبال، مغربی پاکستان اردو اکیڈیمی، لاہور، طبع اول مئی ۱۹۷۴ء ص ۴۴۔ ۱۸۔ مسائل اقبال ص ۵۶

۱۹۔ مکتوب اقبال بنام اسلم جیراج پوری، کلیات مکاتیب اقبال، اردو اکادمی، لاہور، جلد دوم ص ۹۷

۲۰۔ دیباچہ پیام مشرق، مشمولہ 'مقالات اقبال' ص ۲۴۴ ۲۱۔ مسائل اقبال، ص ۵۵

۲۲۔ دیکھئے ڈاکٹر محمد اسلم ضیاء کا مضمون ''بال جبریل کی غزلوں میں حافظ کے اثرات'' مطبوعہ ''اقبالیات'' (اردو، فارسی) شمارہ جولائی ستمبر ۹۷

۲۳۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، ''مقدمہ عرفان حافظ'' مشمولہ ''المکشف عن مہما تالتصوف'' ص ۱۹۳

۲۴۔ ''اسرار خودی اور تصوف'' (مضمون از علامہ اقبال) مقالات اقبال، ص ۲۰۵

۲۵۔ مکتوب اقبال بنام مہاراجہ کشن پرشاد، کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول، ص ۴۸۴

۲۶۔ مکتوب اقبال بنام مہاراجہ کشن پرشاد، کلیات مکاتیب اقبال، جلد اول، ص ۴۸۴

۲۷۔ ملاحظہ ہوں تصوف پر اقبال کے مضامین، اسرارِ خودی اور تصوف، سراسرارِ خودی وغیرہ

۲۸۔ ''عرفان حافظ'' الکشف عن مہات التصوف، ص ۴۶۴

۲۹۔ شبلی، مولانا ''شعرالعجم'' ''عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور، سن ندارد، حصہ دوم، ص ۱۵۷

۳۰۔ دیوان حافظ، مقبول اکیڈیمی، لاہور، سن ندارد، ص ۲۹

۳۱۔ ''عرفان حافظ'' الکشف عن مہات التصور ' ص ۱۹۴

۳۲۔ دیوان حافظ، ص ۳۵

۳۳۔ عرفان حافظ، ص ۲۴۹

۳۴۔ دیوان حافظ، ص ۷۵۔ ۸۶

۳۵۔ عرفان حافظ، ص ۲۶۶

۳۶۔ عرفان حافظ ' ص ۳۸۸

۳۷۔ دیوان حافظ، ص ۸۶

۳۸۔ عرفان حافظ، ص ۴۲۰۔۴۲۱

۳۹۔ دیوان حافظ، ص ۳۰

۴۰۔ عرفان حافظ ، ص ۲۲۴

۴۱۔ دیوان حافظ، ص ۳۰

۴۲۔ شعرالعجم، جلد دوم، ص ۱۴۶

۴۳۔ مقدمہ دیوان حافظ، ص ۱۷

۴۴۔ عرفان حافظ، ص ۲۲۵

۴۵۔ عرفان حافظ، ص ۲۲۵

۴۶۔ دیوان حافظ، ص ۱۰۶

۴۷۔ عرفان حافظ، ص ۴۵۸

۴۸۔ دیوان حافظ، ص ۸۸

۴۹۔ عرفان حافظ، ص ۴۲۱

۵۰۔ دیوان حافظ، ص ۲۳۵

۵۱۔ دیوان حافظ، ص ۲۳۴

۵۲۔ دیوان حافظ، ص ۲۳۵

۵۳۔ دیوان حافظ، ص ۱۱۰

۵۴۔ عرفان حافظ، ص ۴۶۴

۵۵۔ دیوان حافظ، ص ۳۳

۵۶۔ مقالات اقبال، ص ۲۱۰

۵۸۔ عرفان حافظ، ص ۲۱۳

۵۹۔ دیوان حافظ، ص ۹۹

۶۰۔ مسائل اقبال، ص ۵۲

۱۔۶۰۔ عرفان حافظ، ص ۳۰۶

۶۱۔ دیوان حافظ، ص ۲۷۳

۶۲۔ تاریخ تصوف، ص ۳۰

۶۳۔ دیوان حافظ، ص ۴۳

۶۴۔ مسائل اقبال، ص ۵۵

۶۵۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، ارفیق فی سوا الطریق

۶۶۔ مسائل اقبال، ص ۶۵

۶۷۔ مسائل اقبال، ص ۴۷